امامِ حسینؑ اور سنّتِ رسولؐ

سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ لاہور نمبر ۱۷۵

امام حسینؑ اور سنت رسولؐ

از

صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ صاحب سجادہ نشین آلو مہار

قیمت ۱۳ پیسے

[illegible] پریس لاہور

امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ لاہور

کے سلسلہ اشاعت کا ایک سو پچہتر داں جواہر ریزہ "امام حسینؑ اور سنت رسولؐ" آپ کے پیش نظر ہے۔

اپریل ۱۹۵۵ء میں عروس البلاد لاہور میں موچی دروازہ کے باہر "حسین ڈے" کے سلسلہ میں عدیم النظیر اور فقید المثال اجتماعات منعقد ہوئے تھے۔ جن میں ہندو پاکستان کے خطیب اور شاعر بلا امتیاز مذہب و ملت خاصی تعداد میں شریک ہوئے۔ شرکاء عظام میں سے سوادِ اعظم کے مشہور عالم مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آلو مہار ضلع سیالکوٹ کی بلند پایہ تقریر ہم شکریہ رضا کارانہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

مولانا ممدوح نے اپنی اس تقریر میں بالکل سچ کہا ہے کہ امام مظلوم علیہ السلام از سر تا پا بلکہ سنتِ رسولؐ ہیں۔ سنتِ رسولؐ کوئی جداگانہ چیز نہیں ہے۔ اور امام مظلومؑ کا ہر عمل فطرتِ رسالت کا عکس ہے شاید ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف اور واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا تھا کہ "حسین منی وانا من الحسینؑ"۔ خداوند تعالیٰ ہم سب کو آنحضرت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

افرادِ ملت کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس کتابچہ کی توسیع اشاعت میں ہر ممکن کوشش فرمائیں ضرور تمند حلقوں میں مفت تقسیم کا اہتمام کریں تاکہ امام مظلوم علیہ السلام کے خونِ ناحق کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دیا جا سکے مفت تقسیم کے لیے حسینی لٹریچر نصف قیمت پر مہیا کیا جاتا ہے۔ والسلام

مئی ۱۹۶۴ء

تعداد اشاعت سات ہزار

آنریری جنرل سیکرٹری

امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ لاہور

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ
مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ
الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ
وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○

صاحبِ صدر و معزز حاضرین!

ذرہ آفتاب عالمتاب کی درخشانیوں کا احاطہ نہیں کر سکتا میں بھی عظمتِ امام حسینؑ کو کما حقہٗ، بیان نہیں کر سکتا میں اس مقام پر اپنی ناتوانی کا اعتراف کرتا ہوں، میں ادعائے تقریر لے کر نہیں آیا بلکہ امام عالی مقام کی بارگاہ میں عقیدت کے چند پھول پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے کو حاضر ہوا ہوں، میں کارکنانِ جلسہ کا شکرگذار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس اجتماع میں شمولیت کی دعوت دے کر اظہارِ عقیدت کا موقعہ دیا۔

میرے لیے موضوع مقرر ہے۔ "امام حسینؑ اور سنت رسولؐ۔" عنوانِ بیان کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کیونکہ

عطف مغائرت کو ظاہر کرتا ہے اور حسینؑ تو عین پیکرِ سنتِ رسولؐ ہے پھر یہ مغائرت کیسی، پھول کو پھول ثابت کرنے کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں کہ اس کے رنگ و بُو ہی خود دلیل ہیں، اسوۂ حسینؑ بھی اسوۂ مصطفےٰؐ کی ہی تشریح ہے اگر قول و فعلِ نبوت کو پیکرِ بشری میں منتقل کر دیا جائے تو اس کا نام حسینؑ بن جاتا ہے ؎

داستانِ حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

علمائے علم الحیوٰۃ اور نفسیات کے ہاں یہ مسئلہ ہمیشہ زیرِ بحث رہا ہے کہ سیرت اور کردار پر نسل کا زیادہ اثر ہوتا ہے یا ماحول کا، ایک مدرسۂ فکر اس خیال کا حامی ہے کہ نسلی اثرات ضرور انسانی مزاج میں انجام کار اپنا اثر دکھاتے ہیں اور دوسرے گروہ کا یہ خیال ہے کہ جیسا ماحول ویسا کردار اور سب سے قوی اثر ماحول کی قوتوں کا ہوتا ہے حضرتِ حسینؑ علیہ السّلام کے کردار کی تشکیل میں یہ دونوں اثرات یکساں کارفرما رہے، ان کو نسلی اثرات ملے تو بے مثال اور ماحول نصیب ہُوا تو لاجواب، ان کا خمیر خاتم النبیّینؐ کے خمیر سے وجود پذیر ہُوا اور ان کی تعلیم کا گہوارہ، آغوشِ رسالتِ نبیؐ۔ جنابِ بتولؑ کے آغوشِ عاطفت میں ان کے دل و دماغ کی تربیت ہوئی اور حضرت مرتضےٰؑ جو بابِ

علوم نبوت اور پروردۂ آغوشِ رسالتؐ ہیں ان کے معلم بنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں" اسی نسبت اور یگانگت کی ترازو پر حضرت امام حسینؑ کی شخصیت کو تول کر دیکھئے اور پھر اُن کی عظمت کا اندازہ لگائیے دیہات کی زمیندار مستورات جب مٹی کے برتن خریدتی ہیں تو آٹا رکھنے والے اور پانی یا اناج، ڈالنے والے برتن کو معمولی دیکھ بھال کے بعد خرید لیتی ہیں لیکن جب دودھ والے برتن کی باری آتی ہے تو اُسے خاص اہتمام سے خوب دیکھ بھال کر خریدا جاتا ہے اور خیال رکھا جاتا ہے کہ مٹی بھی اچھی ہو اچھے کاریگر کا تیار کردہ ہو شکل و صورت بھی عمدہ ہو اور پھر گھر کی مالکہ دودھ والے برتن کی صفائی اور دیکھ بھال بھی خود کرتی ہے تاکہ کہیں دودھ خراب نہ ہو جائے۔ رات کو کمال حفاظت سے سنبھال کر اپنی چارپائی کے نیچے رکھتی ہے کہ کہیں کوئی جانور دودھ کو ضائع نہ کر دے۔ جس برتن کی تعمیر اور حفاظت کا اہتمام اِس درجہ کیا جائے اُس کے متعلق یقین ہوتا ہے کہ اس میں کوئی قیمتی چیز ڈالنی مقصود ہے ورنہ دوسرے تمام برتنوں سے زیادہ اس کی دیکھ بھال نہ ہوتی۔ اِسی طرح حضرت امام علیہ السلام کی تخلیق اور تربیت کے لیے قدرت

نے جو خصوصی اہتمام کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدرت نے ایک فقید المثال اور یگانۂ روزگار شخصیت تیار کرنا چاہی تھی۔

اِس شخصیت کو نگاہِ رسالتؐ نے کس انداز سے دیکھا اور اپنے ہاں کیا مقام دیا اُس پر نگاہ ڈالیے، میرا یقین ہے کہ قلبِ رسالتؐ کے عواطفِ محبت اور نفرت عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے۔ ہم تو اپنے جبلی تقاضوں کی بنا پر محبت اور نفرت کا فیصلہ کرتے ہیں لیکن نگاہِ رسالتؐ، صلاحیت کی بناء ان جذبات کا تعیّن کرتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دوشِ رسالت پر حسینؑ کو اٹھا اٹھا کر کائنات میں، سربلند کیا تو صرف عام انسانی پدری محبت کی نمود نہ تھی بلکہ رسالت کی نگہِ امتیاز کا اعلانِ عام تھا کہ یہ دُنیا میں راکبِ دوشِ رسالتؐ ہے تو عقبیٰ میں جنّت کے جوانوں کا سردار ہے، باطل کے مقابلہ میں یہی حق کا ساحلِ استوار ہے اور یہی شہداء کا سرخیل ہے، گلشنِ حق و صداقت کا گلِ سرسبد یہی ہے جس کو ہمیشہ رسالتؐ کی گود میں جگہ ملی، دستِ رسالتؐ نے جس کو سنوارا اور لبہائے نبوّت نے جس کو محبّت کے ساتھ چوما،

حسین علیہ السّلام کی لغزشِ پا کو دیکھ کر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم منبر سے اُترے، اور اس لیے حسینؑ کو تھام لیا کہ حسین علیہ السّلام کی لغزشِ پا اُمّتِ مسلمہ کی دائمی شکست تھی ننھے سے حسینؑ کو تھام تھام کر دستِ رسالتؐ نے یہ تلقین کی کہ باطل کے مقابلہ میں کوہِ استوار بن کر جم جانا کٹ جانا لیکن جھکنے کا نام نہ لینا کہ تیری لغزشِ پا اسلام کی موت ہے۔ چنانچہ وہی تعلیم تھی جس نے حسینؑ کو دنیائے حق و صداقت کا ہیرو بنا دیا، اسی حسین علیہ السّلام نے کربلا کے میدان میں باطل کو شکست فاش دی اور حق و صداقت کے علَم کو کچھ اس طرح بلند کیا کہ دُنیائے حریت قیامت تک حسین علیہ السّلام کے نام پر ناز کرتی رہے گی۔

حضرت آدم علیہ السّلام کو خلافت عطا ہونے پر فرشتوں نے احتجاج کیا اور اپنی عبودیت کاملہ کو اپنے استحقاقِ خلافت کی دلیل کے طور پر پیش کیا اور یہ بھی کہا کہ انسان خون خرابہ کرے گا اور نادانی کا مرتکب بھی ہوگا لیکن بارگاہِ رب العزت سے جواب ملا "اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؀" جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے کربلا کے ہنگامۂ خونیں کے وقت قدرت نے احتجاج کرنے

والے فرشتوں کو انسانی عظمت اور کمالِ عبودیت کا منظر دکھایا ہوگا۔ بہتر ۷۲ لاشیں کٹی پڑی تھیں جن میں دودھ پیتا بچہ بھی شامل تھا، زخمی اور پیاسا باپ اسی مسلے ہوئے غنچۂ ناشگفتہ کی لاش کو آغوش میں اٹھائے کھڑا ہے۔ سایہ دار درخت نہیں کہ جہاں بچہ کے لاشہ کے لیے قبر کھودے۔ کدال پاس نہیں جس سے گڑھا کھودا جائے۔ مجبوراً باپ اپنی انگلیوں سے تپتی ہوئی ریت میں ننھی سی قبر کھودتا ہے اور اپنے ننھے سے لختِ جگر کو اس قبر میں رکھ کر مٹی دیتا ہے ذرا اس کیفیت کا اندازہ تو کیجئے کیا اس سے زیادہ بے بسی اور بے کسی کا منظر آپ نے دیکھا ہے؟ میر انیسؔ نے چند لفظوں میں اس دردناک منظر کی تصویر کشی کی ہے ؎

ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کر
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کر

سب کچھ لٹا کے جب شبیرؑ دامن کو جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس عالم میں جب اپنے خدا کے سامنے سجدۂ عبودیت کیا تو پھر فرشتوں کی دنیا میں کہرام مچ گیا۔ اور سب نے پکار پکار کر اعلان اور اعتراف

کیا کہ پروردگار واقعی انسان ہی حقِ عبودیت ادا کر سکتا ہے حقِ محبّت کی ادائیگی اسی کا مقام ہے اور وہی حقیقتاً تیری خلافت کے قابل ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السّلام سے پیشتر عموماً انبیاء کے اہل و عیال اُن کا ساتھ نہ دیتے رہے لیکن حضرت خلیل علیہ السّلام کے وقت سے اہلبیت نبوّت نے نبی کے ساتھ مل کر عموماً انفرادی طور پر قربانی پیش کرنا شروع کر دی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام اور ان کی والدہ ماجدہ نے حضرت خلیلؑ کی زیرِ ہدایت اللہ تعالےٰ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دیا۔ نو سال کے بچّے نے اپنے حلقومِ نازک پر تلوار کی دھار رکھوا کر، اور بوڑھے باپ نے اپنے لختِ جگر کی گردن پر چھری چلا کر، عشق و محبت کے ایک حسین و جمیل باب کا صحیفۂ محبّت میں اضافہ کیا گو یہ قربانی عدیم النظیر تھی لیکن بہر حال شخصی تھی۔ قدرت نے نبوّت کے اس گھرانہ کے ایمان کو تولا، اِن کے حسنِ نیّت کی داد دی، لیکن عملی طور پر اِس قربانی کی تکمیل نہ ہونے دی، جنّت کا ذبیحہ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کا فدیہ بن گیا اور اُن کو ذبیح اللہ کا خطاب مل گیا لیکن وہ "ذبحِ عظیم" جو ایثار و وفا کے جذبات کی انتہائی بلندیوں کا مظاہرہ کرنے والا

تھا اور صفحۂ کائنات پر جسے اپنے خونِ رنگین سے داستانِ عشق و محبت لکھنا مقصود تھی وہ حسین علیہ السلام کے پیکر سے موسوم تھا۔ کمالِ نبوت کی انتہا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم تھے اور کمالِ شہادت کا آخری نقطہ حسینؑ تھے۔ کربلا کی قربانی شخصی نہ تھی بلکہ اجتماعی تھی۔ یہاں تمام خانوادۂ نبوت کو بلا استثناء باطل کے مقابلہ کے لیے صف آراد کر دیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ شیر خوار علی اصغرؑ مستثنےٰ نہ رہے۔ اُن کو بھی باپ کی آغوشِ محبت میں لیٹ کر جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ اپنی کم سنیت اور کیفیت کے لحاظ سے یہ قربانی از ازل تا ابد ہمیشہ عدیم النظیر رہے گی۔ خواجہ اجمیریؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ

سر داد نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

علّامہ اقبالؒ نے کربلا کے معرکۂ حق و باطل کی حقیقت کو کیا اچھے طریقے سے بیان کیا ہے ؎

چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت
حُرّیت را زہر اندر کام ریخت

خواست آں سرجلوۂ خیر الامم !!
چوں سحابِ قبلہ باراں در قدم
بر زمینِ کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامت قطعِ استبداد کرد !
موجِ خونِ او چمن ایجاد کرد

ایسا کیوں نہ ہوتا، حسینؑ علیہ السّلام کی رگوں میں رسالتؐ کا خون تھا۔ اُن کی ذات موردِ آیہ تطہیر تھی ان کی فطرت کی نفاست باطل کی پرچھائیں بھی قبول نہ کر سکتی تھی۔ حق پرستی اور حق نیوشی کی وہ داستانِ رنگین جو علی اصغر علیہ السّلام کے خون سے رنگین ہے حسینؑ نے کربلا کی سرزمین پر لکھی انمٹ ہے اور رہتی دنیا تک حریت پسندوں اور حق پرستوں کے لیے مشعلِ ہدایت بنی رہے گی۔

یہ وہ موت ہے جس کو موت کہنا گناہ ہے۔ اس موت کو حیاتِ ابدی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کربلا کی شامِ غریباں کی اوٹ میں حسینؑ نے اس سحرِ تاباں کی تعمیر کی جو تا ابد ظلمتِ شب پر خندہ زن رہے گی حسینؑ افقِ خلافت کے نیّرِ درخشاں ہیں۔ حسین علیہ السّلام

طوفانِ حیات میں روشنی کا وہ مینار ہیں جس کو دیکھ دیکھ کر لاکھوں سفینے طوفانوں سے بچ کر ساحل آشنا ہو گئے۔

غرضیکہ حضرت امام حسینؑ از سر تا بہ پا، پیکرِ سنتِ رسولؐ ہیں۔ ان کی عبادت، ریاضت، صداقت، سب کچھ فطرتِ رسالت کا عکس ہے۔ یہ قرآن کی زندہ تفسیر ہیں اور سنتِ رسولؐ کا متحرک پیکر ہیں۔ دعا ہے کہ ہم سب کو اللہ تعالےٰ حسین علیہ السّلام کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور اُن کا اسوہ حسنہ ہر وقت مشعلِ ہدایت بن کر ہمارے سامنے رہے۔

اسوۂ حسینیؑ کے انفرادی و اجتماعی پہلو پر ایک نظر

(عالی جناب جسٹس ایس۔ اے رحمان صاحب نے درج ذیل خطبۂ صدارت بموقعہ حسین ڈے اپریل ۱۹۵۵ء میں ایک عظیم اجلاس میں پڑھا تھا۔ ہم اس کو بشکریہ "رضا کار" شائع کر رہے ہیں۔ آنریری جنرل سیکرٹری)

برادرانِ گرامی!

آج اس جلسہ میں اس وجہ سے حاضر ہوا ہوں کہ میں بھی سید الشہداؑ کی یادگار منانے والوں میں شرکت کر کے سعادت حاصل کر سکوں۔ منتظمین جلسہ کا شکر گذار ہوں کہ انھوں نے مجھے دعوت دیکر اس اجتماع میں شرکت عطا کرنے کا موقعہ عطا فرمایا۔ میری طبیعت علیل ہے اس لیے میں نے درخواست کی اس موقع پر چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ گوش گذار کرنے کے بعد اجازتِ رخصت مل جائے۔

حضرات علمائے کرام کی دلنشین تقاریر کے بعد جناب گوپی ناتھ صاحب امن کی تقریر دلپذیر جس اندازِ خلوص کے ساتھ ہوئی اور جس شان کے ساتھ موصوف نے منقبت حضرت امام حسین علیہ السلام بیان کی وہ آپ اپنی مثال ہے۔ میں اپنی اور آپکی طرف سے ان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اسوۂ حسینی میں ہم کو ایک طرف تو اس بلند کرداری کی طرف راہنمائی ہوتی ہے جس کو دنیا حسینؑ کے نام سے جانتی ہے یعنی انفرادی سیرت کی بلندی، دوسری طرف آپ کی وہ حیثیت سامنے آتی ہے۔ جو اجتماعی پہلو سے ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے

دنیا میں جب اصول کی جگہ بے اصولی شرافت و نجابت کی جگہ فسق و فجور کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کے وجود کو لا کھڑا کرتا ہے۔ جو اس کے سامنے سینہ سپر ہو کر دنیا بھر کو صحیح راستے پر گامزن کر دیتا ہے۔ اس کی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں اور ان مثالوں میں سب سے زیادہ درخشندہ مثال حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہے۔

انھوں نے ہم پر واضح کیا کہ راہِ حق میں سر کٹ تو سکتا ہے لیکن استبداد کے سامنے جھک نہیں سکتا۔

انسان کی زندگی میں بعض ایسے مرحلے بھی آتے ہیں کہ جب سوچنا پڑتا ہے کہ اس منزل پر زندہ رہنا مشیتِ الٰہی کے موافق ہے۔ یا جان کو جان آفریں کے سپرد کرنا حق ہے۔ ع

ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

وہ مرحلہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں بھی آیا اور جس شانِ استقلال، صبر و شکر اور رضا بہ قضا کے ساتھ آپ نے اسے نباہا۔ وہ دنیا پر روشن ہے۔ اور رہتی دنیا تک آپ کا نام گرامی اور الواحِ قلوب پر ثبت رہے گا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

وہ برگزیدہ ہستی جس نے یہ منظر دکھایا اور دنیا کو صحیح زندگی کی راہ دکھائی اگر اسے انفرادی نقطۂ نظر سے پرکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ اس مظلوم پر جو

ظلم وستم توڑے گئے۔ بیشک وہ غم اور رنج والم کی دردناک داستان پیش کرتے ہیں اور ہماری ہمدردی اور دلسوزی کا خراج چاہتے ہیں۔

مگر اس کے علاوہ ان کے کردار کا اجتماعی پہلو بھی ہے اور ہمارے لیے وہ بھی کافی اہمیت رکھتا ہے۔

استبدادی حکومت کے سامنے سب کچھ راہِ حق میں قربان کرنے کا جذبہ ہی وہ حقیقت ہے جسے خدا تعالیٰ نے شہادت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ ذاتِ الٰہی پر شہادت ہے اور تمام جھوٹے خداؤں کے لیے ایک دعوتِ جنگ ہے۔ کہ خدائے یکتا کا ماننے والا کبھی شرک کا مرتکب نہیں ہو سکتا ؎

ہر کہ رمزِ مصطفےٰ فہمیدہ است
شرک را در خوف مضمر دیدہ است

عالم انسانیت کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسی سبق کی تعلیم دی۔ کاش ہم اس کو سمجھتے اور یہی وہ فضیلت ہے امام عالی مقام کی جسے ایک بزرگ نے اس طرح بیان کی ہے کہ ؎

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

بے شک آپ عملی ثبوت قائم کر گئے کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ نے کرب و بلا کی پُر خار وادی مے

اطمینانِ قلب کے ساتھ گزر کر ہمارے لیے ایک راہِ حیات درخشاں کر دی۔

آپ نے اسلام میں زندگی کی روح پھونک دی۔ خدا تعالے ہمیں توفیق دے کہ جس طرح کہ ہم زبان سے شہادتِ حسینؑ کو تسلیم کرتے ہیں دل سے بھی اسے تسلیم کریں اور عمل کے ساتھ بھی آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں۔